AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تعدد ازواج پر برصغیر کے عقلیت پسند مفسرین کی قرآنی تعبیرات کا تجزیاتی مطالعہ

A REVIEW OF THE QUR'ANIC INTERPRETATIONS OF THE SUBCONTINENT'S RATIONALIST COMMENTATORS ON POLYGAMY

Mohiuddin
Ph.D Scholar, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: mbalghari333@gmail.com
Dr. Amjad Hayat
Assistant Professor, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: ahayat@numl.edu.pk

Abstract

The interpretation of polygamy in Islam has been a subject of debate among various schools of thought, particularly between rationalist and traditionalist scholars. Rationalist exegists approach the concept of polygamy by emphasizing ethical, social, and contextual factors rather than adhering strictly to literalist interpretations. They argue that the Quranic permission for polygamy (Surah An-Nisa: 3) is conditional and primarily aimed at addressing social justice concerns, particularly for orphans and widows, rather than promoting unrestricted multiple marriages.

Rationalist scholars often stress the Quranic injunction of justice among wives (Surah An-Nisa: 129), highlighting that practical application of absolute justice is nearly impossible. This perspective leads them to consider monogamy as the default marital system, with polygamy as an exception rather than a norm. They also contextualize polygamy in light of modern social dynamics, arguing that its practice should align with contemporary ethical and legal standards .

This paper explores how rationalist mufasreen interpret polygamy differently from traditionalist scholars, examining their methodologies, historical contexts, and contemporary implications. By analyzing key exegeses and scholarly opinions, the study aims to provide a nuanced understanding of polygamy in Islam from a rationalist perspective.

Keywords

Polygamy, Qur'anic Interpretations, Subcontinent's Rationalist Commentators, Traditional Understanding.

تعارف موضوع

نکاح ایک مقدس بندھن ہے، اللہ تعالی نے اسے مؤمن کے لئے عفت وعصمت بچانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ لاپروائی والا کام نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا طالب ہے، چنانچہ شریعت نے نوجوانوں کو نکاح پر اُبھارا ہے اور ایک مرد کو چار تک بیک وقت بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ چاروں کے درمیان عدل وانصاف برتے۔ اگر خاوند انصاف نہیں کر سکتا تو اسے فقط ایک نکاح تک محدود رہنا چاہیے۔

اسلامی فقہ اور تفسیر میں تعدد ازواج (Polygamy) ایک ایسا موضوع ہے جسے مختلف تفسیری مکاتبِ فکر میں مختلف زاویوں سے دیکھا گیا ہے۔ روایتی اور عقلیت پسند مفسرین اس معاملے کو الگ الگ انداز میں دیکھتے ہیں۔ عقلیت پسند مفسرین قرآن کی تعلیمات کو عقلی، سماجی اور تاریخی پسِ منظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس آرٹیکل میں ہم یہ جائزہ لیں گے کہ برصغیر کے عقلیت پسند مفسرین تعدد ازواج کے بارے میں کیا نقطہ نظر رکھتے ہیں اور وہ اس مسئلے کو کس طرح جدید تناظر میں سمجھاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ روایتی واثری تعبیرات سے کس بنا پر مختلف ہیں اور اس سے کیا تنوع واثر پڑتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عقلیت پسند مفسرین کی تعدد ازواج متعلق آراء اور قرآنی تعبیرات

عقلیت پسند مفسرین جیسے سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز اور جاوید احمد غامدی تعدد ازواج کے بارے میں ایک مخصوص عقلی اور عملی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ان کے مطابق اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت کسی عمومی اصول کے تحت نہیں دی گئی بلکہ یہ ایک سماجی مسئلے کا حل تھا۔اس کا بنیادی مقصد یتیم لڑکیوں اور بیواؤں کی کفالت کو یقینی بنانا تھا نہ کہ محض مرد کی خواہش کو پورا کرنا۔

سر سید احمد خان کا نقطہ نظر اور قرآنی تعبیرات

سر سید احمد خان کے مطابق سورۃ النساء کی آیت

((وَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تُقۡسِطُواْ فِي ٱلۡيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ))[1]

در حقیقت اس دور کے سماجی حالات کے تحت نازل ہوئی جب جنگوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد کم ہو رہی تھی اور خواتین و یتیم بچے غیر محفوظ تھے۔تعدد ازواج کا مقصد ان کی دیکھ بھال تھا، نہ کہ مرد کی خواہشات کی تکمیل۔

آپ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"فطرت اصلی جب کہ اس میں کوئی اور عوارض داخل نہ ہوں تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ مرد کے لیے ایک ہی عورت ہونی چاہیے۔مگر مرد کو جسے امور تمدن سے بہ نسبت عورت کے زیادہ تر تعلق ہے، ایسے امور پیش آتے ہیں جن سے بعض اوقات اس کو اس اصلی قانون سے عدول کرنا پڑتا ہے۔اور حقیقت میں وہ عدول نہیں ہوتا بلکہ دوسرا قاعدہ قانون فطرت کا اختیار کرنا ہوتا ہے۔اگر یہ قاعدہ قرار پاتا کہ جب تک ایک عورت سے قطع تعلق نہ ہو جائے تو دوسری عورت ممنوع رہے تو اس میں ان عورتوں پر اکثر حالت میں نہایت بے رحمی کا برتاؤ جائز رکھا جاتا اور اگر اس قطع تعلق کو اس کی موت پر یا کسی خاص فعل کے سرزد ہونے پر منحصر رکھا جاتا تو مرد کو بعض صورتوں میں منہیات پر رغبت دلانی ہوتی اور بعض صورتوں میں اس کی ضرورت تمدن کو روکنا ہوتا۔پس مرد کو حالات خاص میں تعدد ازواج کا مجاز رکھنا فطرت انسانی کے مطابق عمدہ فوائد پر مبنی تھا۔اگر ایک عورت ایسے امراض میں مبتلا ہو جائے کہ اس کی حالت قابل رحم ہو مگر معاشرت کے قابل نہ رہے، کوئی عورت عقیمہ ہو جس کے سبب مرد کی خواہش اولاد پوری نہ ہو سکتی ہو (اور جو ایک ایسا امر ہے کہ انبیاء بھی اس کی تمنا سے خالی نہ تھے) تو کیا یہ مناسب ہو گا کہ ایک بے رحمانہ طریقہ سے اس سے قطع تعلق کا اختیار کئے بغیر دوسری عورت جائز نہ ہو، یا اس کی موت کے انتظار میں مرد کو ان امیدوں کے حاصل کرنے میں جو بلحاظ تمدن اس کے لیے ضروری ہیں روکا جائے۔یہ ایسے امور ہیں کہ بمقتضائے فطرت انسانی رک نہیں سکتے اور جب روکے جاتے ہیں تو اس سے زیادہ خرابیوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ہاں تعدد ازواج کے جائز رکھنے کے ساتھ اس بات کی روک ضرور تھی کہ سوائے حالت ضرورت کے کہ وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی ہو اس جواز کو خواہش نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے (جیسا کہ مسلمانوں نے بنایا ہے) پس اسلام نے نہایت خوبی اور بے انتہا عمدگی سے اس روک کو قائم کیا ہے جہاں فرمایا کہ ((فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ)) یعنی اگر تم کو ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی جورو چاہیے۔لفظ (ان خفتم) زیادہ تر غور کے لائق ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کسی وقت اور حالت میں بھی خوف عدم عدل نہ ہو۔پس قرآن کی رو سے تعدد ازواج کی اجازت اسی حالت میں پائی جاتی ہے جبکہ محل عدل بمقتضائے فطرت انسانی باقی نہ رہے کیونکہ صحیح طور سے اسی وقت عدم خوف عدل صادق آسکتا ہے۔ایسی حالت میں بھی اسلام میں تعدد ازواج کو بلکہ نفس نکاح کو بھی لازم نہیں کیا کیونکہ اس مقام پر فانکحوا صیغہ امر کا ہے (جیسا کہ اور مفسر بھی تسلیم کرتے ہیں) وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ جواز کے لیے ہے۔

غرض کہ قرآن مجید سے جو حکم پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک جورو ہونی چاہیے۔تعدد ازواج کی اجازت اسی وقت ہے کہ جب بمقتضائے فطرت انسانی وضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اس کی اجازت دے اور خوف عدم عدل باقی نہ رہے"۔[2]

---

[1] ۔ سورۃ النساء: 3/4

[2] ۔ سر سید، احمد خان، تفسیر القرآن، لاہور، مطبوعہ رفاہ عام ٹیم پریس، ص :461-464

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے انصاف کو تعدد ازواج کی لازمی شرط قرار دیا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ انصاف کرنا ممکن نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ تعدد ازواج کو ایک عمومی معمول نہیں بنایا جاسکتا۔

غلام احمد پرویز کا زاویہ نگاہ اور قرآنی تعبیرات

تعدد ازواج کے متعلق غلام احمد پرویز بھی سرسید کے اس اصول کو اپناتے ہیں۔ آپ نے بھی مذکورہ آیت کے تحت تعدد ازواج کے بارے اپنا موقف بیان کیا ہے اور اسے اسلام کے صرف خاص اور ہنگامی حالات کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور عام حالات میں اس کی اجازت سے قطعی طور پر انکار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "قرآن کریم نے وحدت زوج یعنی ایک وقت میں ایک بیوی (monogamy) کا اصول مقرر کیا ہے۔ (فواحدة) اس کی سند ہے اگر کسی وقت بیوی سے نباہ کی صورت نہ رہے تو اس اصول کی رو سے اس کی موجودگی میں دوسری بیوی کی اجازت نہیں اس کی جگہ دوسری بیوی لائی جاسکے گی سورۃ النساء میں ہے

((وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ)) [3]

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو تو اس کے لیے پہلی بیوی سے معاہدہ نکاح فسخ کرو (اسے طلاق کہتے ہیں)۔

قرآن کریم کی رو سے اصول وحدت زوج کا ہے لیکن بعض ہنگامی حالات میں قرآن مجید نے اس اصول میں استثنیٰ بھی کی ہے۔ یہ ہنگامی حالات کس قسم کے ہو سکتے ہیں اس کے لیے صدر اول کے اسلامی معاشرے کو سامنے لانا چاہیے۔" [4] آپ تعدد ازواج کو ایک ایسی برائی سمجھتے ہیں جس کی اگر قرآن نے اجازت دی بھی ہے تو اسے صرف ہنگامی حالات تک ہی محدود رہنا چاہیے پھر وہ سرسید کی طرح خود بھی تعدد ازواج کو یہ کہہ کر ہنگامی حالات سے وابستہ کر ڈالتے ہیں کہ قرآن اسے بھی تسلیم کرتا ہے کہ بعض اوقات ایسے ہنگامی حالات پیدا ہو سکتے ہیں جن کے پیش نظر اس اصولی قانون میں استثنیٰ کی ضرورت لاحق ہو جائے اس قسم کے حالات اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ کی زندگی میں پیدا ہو گئے تھے۔

آپ ان ہنگامی حالات کو بایں الفاظ پیش کرتے ہیں۔

اس وقت کیفیت یہ تھی کہ:

1۔ مسلمانوں کی ایک محدود سی جماعت تھی جنگ بدر میں جو دو ہجری میں ہوئی تھی مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف 313 تھی۔

2۔ مسلسل لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو رسول اللہ کی پوری مدنی زندگی میں جاری رہا۔

3۔ ان لڑائیوں کی وجہ سے اس مختصر سی جماعت میں نوجوان افراد کی کمی ہوتی چلی گئی اور بیوائیں اور یتیم بچے دن بدن زیادہ ہوتے گئے ان کے علاوہ مسلمان عورتیں مکہ میں اپنی غیر مسلم خاوندوں کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف آنا شروع ہو گئیں۔

4۔ مسلمان عورتیں صرف مسلمان مردوں سے شادی کر سکتی تھی کسی غیر مسلم سے نہیں کر سکتی تھی حتی کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے بھی نہیں۔

5۔ لہٰذا اس وقت صورت یہ پیدا ہو گئی کہ بیواؤں اور شادی کے قابل لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی بیواؤں کے ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم اور لاوارث رہ گئے۔

6۔ ان ہنگامی حالات میں اس کے سوا چارہ نہیں تھا کہ ایک بیوی کے اصول میں استثنیٰ کر دی جائے اس مقصد کے پیش نظر قرآن نے کہا کہ

((وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا)) [5]" [6]

---

3 ۔ سورۃ النساء: 20/4

4 ۔ چوہدری، غلام، محمد پرویز، مطالب الفرقان، لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، 2000ء، جلد سوم، ص:346

5 ۔ سورۃ النساء: 3/4

6 ۔ طلوع اسلام، اگست، 1962، ص:21

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اور ((وَلَن تَسۡتَطِيعُوٓاْ أَن تَعۡدِلُواْ بَيۡنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡۖ فَلَا تَمِيلُواْ كُلَّ ٱلۡمَيۡلِ فَتَذَرُوهَا كَٱلۡمُعَلَّقَةِۚ وَإِن تُصۡلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورا رَّحِيما))[7]

اس آیت کے تحت آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک سے زائد بیویوں کی اجازت کے متعلق صرف یہی ایک آیت ہے۔اس میں آپ دیکھیے کہ یہ اجازت کتنی شرطوں سے مشروط ہے یعنی:

1۔معاشرہ میں ایسے ہنگامی حالات کا پیدا ہو جانا جس میں بے شوہر عورتوں اور یتیم بچوں کی کثرت ایک مسئلہ بن جائے۔ظاہر ہے کہ اس کا فیصلہ اسلامی مملکت ہی کرے گی کہ ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں۔

2۔دوسری صورت یہ ہے کہ گھر میں عدل (مساویانہ سلوک اور برتاؤ) کو قائم رکھ سکو، ظاہر ہے کہ اس کے لیے پہلی بیوی کی رضامندی ضروری ہو گی۔اس کے بغیر مساویانہ سلوک کی سہولت بھی ممکن نہیں ہو گی۔

3۔تیسری شرط یہ ہے کہ تم اس قدر عیال داری کا بوجھ برداشت کر سکو۔اگر ایسے ہنگامی حالات پیدا نہیں ہوئے تو ایک سے زیادہ بیویوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔یہ اجازت بے سہارا عورتوں کے لیے ہے، باعزت مقام حفاظت مہیا کرنے کے لیے ہے۔آپ سوچیے کہ جس اجازت کی ابتدا ہی (وَإِنۡ خِفۡتُمۡ) سے ہوئی ہے (اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو) تو اس شرط کے بغیر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت قرآن سے تو نہیں مل سکتی۔[8]

جاوید احمد غامدی کا نقطہ نظر اور قرآنی تعبیرات

جاوید احمد غامدی صاحب کے مطابق مذکورہ آیت اصلاًتعدد ازدواج سے متعلق کوئی حکم بیان کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی بلکہ یتیموں کی مصلحت کے پیش نظر تعدد ازواج کے اُس رواج سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب کے لیے نازل ہوئی ہے جو عرب میں پہلے سے عام تھا۔آپ فرماتے ہیں: "قرآن نے دوسرے مقامات پر صاف اشارہ کیا ہے کہ انسان کی تخلیق جس فطرت پر ہوئی ہے، اُس کی رو سے خاندان کا ادارہ اپنی اصلی خوبیوں کے ساتھ ایک ہی مرد و عورت میں رشتۂ نکاح سے قائم ہوتا ہے۔چنانچہ جگہ جگہ بیان ہوا ہے کہ انسانیت کی ابتدا سیدنا آدم سے ہوئی ہے اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بیوی پیدا کی تھی۔یہ تمدن کی ضروریات اور انسان کے نفسی، سیاسی اور سماجی مصالح ہیں جن کی بنا پر تعدد ازواج کا رواج کم یا زیادہ، ہر معاشرے میں رہا ہے اور انھی کی رعایت سے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کسی شریعت میں اسے ممنوع قرار نہیں دیا۔یہاں بھی اسی نوعیت کی ایک مصلحت میں اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔چنانچہ فرمایا ہے کہ یتیموں کے مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کی نگہداشت ایک بڑی ذمہ داری ہے۔لوگوں کے لیے تنہا اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہو اور وہ یہ سمجھتے ہوں کہ یتیم کی ماں یا اس کی بہن کو اس میں شامل کر کے وہ اپنے لیے سہولت پیدا کر سکتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ ان عورتوں میں سے جو اُن کے لیے موزوں ہوں، ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔تاہم دو شرطیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کر دی ہیں: ایک یہ کہ یتیموں کے حقوق جیسی مصلحت کے لیے بھی عورتوں کی تعداد کسی شخص کے نکاح میں چار سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔دوسری یہ کہ بیویوں کے درمیان انصاف کی شرط ایک ایسی اٹل شرط ہے کہ آدمی اگر اسے پورا نہ کر سکتا ہو تو اِس طرح کی کسی اہم دینی مصلحت کے پیش نظر بھی ایک سے زیادہ نکاح کرنا اُس کے لیے جائز نہیں ہے۔"[9]

اِس سے واضح ہے کہ بیویوں کے درمیان جس عدل کا تقاضا قرآن نے کیا ہے، اُس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ظاہر کے برتاؤ اور دل کے لگاؤ میں کسی پہلو سے کوئی فرق باقی نہ رہے۔اِس طرح کا عدل کسی کی طاقت میں نہیں ہے اور کوئی شخص یہ کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔دل کے میلان پر آدمی کو اختیار نہیں ہوتا، لہٰذا قرآن کا تقاضا صرف یہ ہے کہ شوہر ایک بیوی کی طرف اِس طرح نہ جھک جائے کہ دوسری بالکل معلق ہو کر رہ جائے گویا کہ اُس کا کوئی شوہر نہیں ہے۔چنانچہ فرمایا ہے کہ برتاؤ اور حقوق میں اپنی

---

7 ۔ سورۃالنساء: 129/4

8 ۔چوہدری، غلام، محمد پرویز، مطالب الفرقان، جلد سوم، ص:348

9 ۔غامدی، جاوید احمد، تفسیرالبیان ، سورۃ النساء، آیت: 4، حاشیہ: 8

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

طرف سے توازن قائم رکھنے کی کوشش کرو، اگر کوئی حق تلفی یا کوتاہی ہو جائے تو فوراً تلافی کر کے اپنے رویے کی اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ تمھاری اِس کوشش کے باوجود اگر کوئی فروگذاشت ہو جاتی ہے تو اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مذکورہ نقطہ ہائے نظر اور قرآنی تعبیرات کا تجزیہ اور روایتی مفسرین کا موقف

سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز دونوں نے تعدد ازواج کو ہنگامی حالات کے ساتھ مشروط کیا ہے حالانکہ اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ کی زندگی میں اس قسم کے حالات کے پیدا ہونے سے بھی بہت قبل عرب معاشرے میں تعدد ازواج کا اصول جاری تھا اور لوگ اس پر عمل پیرا تھے حتیٰ کہ صدیوں قبل سے اس پر عمل ہوتا آ رہا تھا۔ انبیاء بنی اسرائیل تک میں کثیر الزوجی ایک معمول بہ اصول معاشرت تھا۔ خود پرویز صاحب فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں تعدد ازواج کا عام رواج تھا اور اس تعداد کی کوئی حد متعین نہ تھی۔ چنانچہ قبیلہ ثقیف کے ایک نامور سردار غیلان بن امیہ الثقفی کی دس بیویاں تھیں۔ جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے چار رکھ لیں اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔ وہب اسری نے اسلام قبول کیا تو اس کی آٹھ بیویاں تھیں، یہ بیویوں کی حالت تھی اور لونڈیاں اس پر مستزاد تھیں (ان کی بھی کوئی حد مقرر نہ تھی)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے ملک کا یہ طریقہ تھا پھر انبیاء بنی اسرائیل میں بھی اکثر و بیشتر تعدد ازواج کی مثالیں موجود تھیں۔ قرآن نے اس باب میں ابھی تک کوئی حد بندی نہیں کی تھی۔ اس لیے آپ کا تعدد ازواج نہ عرف عام کے مخالف تھا نہ گزشتہ انبیاء کے اسوہ کے خلاف"۔[10]

ہنگامی حالات کی شرط کا بطلان

حقیقت یہ ہے کہ تعدد ازواج کو ہنگامی حالات کے ساتھ وابستہ کرنے کا فلسفہ نہایت ہی کمزور ہے اس کی تردید کے لیے صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مکہ میں حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد دو نکاح ہو چکے تھے۔ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ دونوں آپ کی منکوحات تھیں۔ آپ نے ان دونوں سے یہ نکاح اس وقت کیا تھا جب کہ وہ ہنگامی حالات ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جن کی خوبصورت تصویر پرویز صاحب نے اپنے موئے قلم سے تیار کیے ہیں۔ ہجرت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں شادیوں کے وقت مسلسل لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور نہ نوجوان افراد کی کمی واقع ہوئی تھی نہ بیواؤں اور یتیم بچوں کی بہتات ہی واقع ہوئی تھی اور نہ ہجرت کر کے آنے والی خواتین ہی عورتوں کی تعداد میں اضافہ کا موجب بن رہی تھیں نہ ہی کوئی ایسی صورتحال تھی جس میں بیواؤں اور قابل نکاح لڑکیوں کی تعداد مردوں سے بڑھ چکی ہو اور نہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے یتیم اور لاوارث رہ جانے کا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ تعدد ازواج کا عمل سورۃ النساء کی آیت نمبر تین کے نزول سے ہی قبل نہیں بلکہ نزول قرآن سے بھی پہلے سے غیر مشروط اور بلا قید رائج تھا۔ قرآن کریم نے اگر کوئی قید عائد کی ہے تو وہ صرف عدل بین الازواج کی ہے اس کے سوا کوئی قید یا شرط قرآن نے عائد نہیں کی۔

لڑائیوں کے باعث مسلم مردوں کی قلت کا جائزہ

پرویز صاحب کا یہ فرمان کہ "ان لڑائیوں میں نوجوان افراد کی کمی ہوتی چلی گئی اور یتیم بچوں اور بیواؤں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا" حقیقت حال کی درست تعبیر نہیں۔ ایسی صورتحال صرف جنگ احد میں پیدا ہوئی تھی جس میں تعدد ازواج کی معمول بہ روایت سے استفادہ کی ہدایت کی گئی تھی، جنگ احد کے علاوہ کسی جنگ میں ایسی ہنگامی صورتحال پیدا نہیں ہوئی جس میں مسلم سوسائٹی کے لیے یتیم ولاوارث بچوں اور بیواؤں کے مستقبل کا پریشان کن مسئلہ پیدا ہوا ہو۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے بعد بڑی جنگ غزوہ احزاب تھی پھر خیبر اور فتح مکہ کے غزوات اہم واقعات ہیں۔ جنگ بدر میں مسلمانوں میں سے چودہ مجاہدین نے شہادت پائی اور کفار کے ستر آدمی قتل ہوئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔[11]

رہی جنگ احزاب تو اس کے متعلق اصل بات یہ ہے کہ جنگ احزاب دراصل نقصان جان ومال کی جنگ نہ تھی بلکہ اعصاب کی جنگ تھی اس میں کوئی خون ریز معرکہ پیش نہیں آیا لیکن پھر بھی اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی چنانچہ اس کے نتیجہ میں مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے اور یہ واضح ہو گیا کہ عرب کی کوئی بھی قوت مسلمانوں

---

[10] ۔چوہدری، غلام، محمد پرویز، معارف القرآن، جلد 4، ص: 743

[11] ۔چوہدری، غلام، محمد پرویز، لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، معراج انسانیت، ص: 249

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی اس چھوٹی سی طاقت کو جو مدینہ میں نشو و نما پا رہی ہے ختم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جنگ احزاب میں جتنی بڑی طاقت فراہم ہو گئی تھی اس سے بڑی طاقت فراہم کرنا عربوں کے بس کی بات نہ تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کی واپسی کے بعد فرمایا : "الآن نغزوهم لا يغزونا نحن نسير اليهم"[12] اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔ رہی جنگ خیبر تو اس میں مسلم لشکر کی تعداد کے متعلق پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ چودہ سو پیادہ افوج اور دو سو سوار حضور کی معیت میں تھے جب یہ فوج خیبر پہنچی تورات ہو چکی تھی۔[13]

پرویز صاحب کی اس عبارت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ دو سو سوار، چودہ سو پیادہ فوج کے علاوہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں چودہ سو صحابہ میں دو سو سوار بھی شامل تھے۔

رہا غزوہ خیبر میں مقتولین کی تعداد کا مسئلہ تو اس کے متعلق مولانا صفی الرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں:

> خیبر کے مختلف معرکوں میں کل مسلمان جو شہید ہوئے ہیں ان کی تعداد سولہ ہے۔ چار قریش کے، ایک قبیلہ اشجع سے، ایک اہل خیبر سے اور بقیہ انصار سے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان معرکوں میں کل اٹھارہ مسلمان شہید ہوئے، علامہ منصور پوری نے انیس لکھا ہے پھر وہ لکھتے ہیں "اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے، مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے ہیں۔ زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور زنیف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشر بن براء بن معرور کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کھانے سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زینب یہودیہ نے بھیجا تھا۔ بشر بن عبدالمنذر کے بارے میں دو روایات ہیں 1۔ بدر میں شہید ہوئے 2۔ جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول قوی ہے۔ دوسرے فریق یعنی یہود کے مقتولین کی تعداد 93 ہے۔[14]

رہا فتح مکہ تو اس میں مسلمانوں کا غالباً ایک بھی شخص شہید نہیں ہوا البتہ کفار مکہ کے پانچ سات آدمی جہنم رسید ہوئے۔ اس سے واضح ہوا کہ ہنگامی حالات کی اس تصویر میں حقیقت کا رنگ کس قدر ہے جسے پرویز صاحب نے بڑی مبالغہ آرائی کے ساتھ یہ کہہ کر ابھارا ہے کہ ... "مسلسل لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو رسول اللہ کی پوری مدنی زندگی میں جاری رہا ان لڑائیوں کی وجہ سے اس مختصر سی جماعت میں نوجوان افراد کی کمی ہوتی چلی گئی اور بیوائیں اور یتیم بچے دن بدن زیادہ ہوتے چلے گئے"۔

پرویز صاحب کی بقیہ شروط کا جائزہ:

جہاں تک پرویز صاحب نے تین شروط کا ذکر کیا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی موجود نہیں تو قرآن کی رو سے دوسری شادی کی اجازت نہیں اور نہ مقصد اول ہی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے دوسری شادی کی اجازت ہے۔[15]

ان تینوں شرائط کے بارے میں بجائے اس کے کہ لمبی چوڑی تردیدی بحث کی جائے صرف اس حقیقت پر غور کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ (اور بعض کے نزدیک حضرت عائشہ) سے شادی کی اور پھر حضرت ابو بکر کی صاحبزادی سے (جبکہ بعض دیگر علماء کے نزدیک حضرت سودہ سے) شادی فرمائی، یہ دونوں شادیاں مکی دور کے آخر میں ہوئیں، باقی ازواج رسول کو تو چھوڑیے صرف ان دو شادیوں کے متعلق استفسار طلب پہلو یہ ہے کہ:

1۔ جب سید المرسلین نے حضرت سودہ اور حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا تو اس وقت وہ کون سی عورتیں اور یتیم بچیاں تھیں جن کا مسئلہ اہل ایمان کے لیے باعث پریشانی بنا ہوا تھا اور جسے حل کرنے کے لیے حضور نے یہ نکاح فرمائے۔

2۔ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ میں سے حضور کی شادی جس سے بھی پہلے ہوئی تھی تو کیا حضور نے ان سے بعد کی شادی کے لیے رضامندی طلب فرمائی تھی؟ کب؟ کہاں؟ کس کے سامنے؟ نیز اس کا ثبوت گمان سے نہیں بلکہ تاریخ و حدیث سے ملنا چاہیے۔

---

[12] ۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، جلد 5، حدیث نمبر: 4110

[13] ۔ چوہدری، غلام، محمد پرویز ، معراج انسانیت، ص: 276

[14] ۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص: 512

[15] ۔ طلوع اسلام، اگست، 1962، ص: 24

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پرویز صاحب کوئی ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کی بجائے ظن وتخمین کی بنیاد پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں: ان شادیوں میں پہلی ازواج مطہرات کی رضامندی شامل ہوتی تھی سو اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلی بیویاں ہر نئی آنے والی بیوی کا خیر مقدم کرتی تھیں اور اسے مبارکباد دیتی تھیں۔ اگر یہ شادیاں ان کی مرضی کے خلاف ہوتیں تو وہ آنے والی کے استقبال اور مبارکباد کے لیے کبھی آگے نہ بڑھتیں۔[16]

غور طلب بات تو یہ ہے کہ مبارکباد اور خیر مقدم واستقبال کا موقع تو بہر حال شادی کے بعد ہی آتا ہے۔ قبل از نکاح تو قرآنی تقاضا صرف یہ تھا کہ حضور اکرم، حضرت خدیجہ کے بعد اپنی ہونے والی بیوی سے رضامندی طلب فرماتے تاکہ اگلی شادی کے لیے یہ قرآنی شرط پوری ہو جاتی کیونکہ یہ شرط ان شرائط ثلاثہ میں شامل ہے جن کے متعلق پرویز صاحب کا فتویٰ ہے کہ اگر ان میں سے ایک شرط بھی موجود نہیں تو قرآن کی رو سے دوسری شادی کی اجازت نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ پہلی بیوی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استرضاء کا ثبوت کہیں موجود نہیں۔[17]

تعدد ازواج متعلق آیت کی عقلی تعبیر کا جائزہ:

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تُقۡسِطُواْ فِي ٱلۡيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ))[18]

"اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکوگے تو تم نکاح کرو جو اچھی لگیں تمہیں عورتوں میں سے دو، دو۔ تین، تین۔ چار، چار... سو اگر تم ڈرو کہ تم انصاف نہ کروگے تو صرف ایک ہی (کافی ہے) یا جو مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔"

یہ خیال غلط ہے کہ قرآن مجید کی آیت ((وَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تُقۡسِطُواْ فِي ٱلۡيَتَٰمَىٰ فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ))[19] کا حکم حقوقِ یتامیٰ کی حفاظت کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ رائے بھی غلط ہے کہ جہاں حقوق یتامیٰ کا سوال نہ ہو وہاں تعدد ازواج کو ممنوع کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک حکم بیان کرنے کے ساتھ ان حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں اس حکم کے بیان کی حاجت پیش آئی ہے۔ یا جن میں اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے، یا جن سے وہ حکم متعلق ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا اور کسی قانون داں آدمی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ ایسا ہر حکم صرف انھی حالات کے ساتھ "وابستہ" ہے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے اور دوسرے تمام حالات میں اس حکم پر عمل کرنا یا اس اجازت سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا ہے ((وَإِن كُنتُمۡ عَلَىٰ سَفَرٖ وَلَمۡ تَجِدُواْ كَاتِبٗا فَرِهَٰنٞ مَّقۡبُوضَةٞ))[20] کہ اگر تم سفر پر ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لیے) تم کو کاتب نہ ملے تو پھر رہن بالقبض ہونا چاہیے۔ کیا قانون کی سمجھ رکھنے والا کوئی آدمی اس کا یہ مطلب لے سکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں رہن بالقبض کا جواز صرف سفر اور کاتب نہ ملنے کی حالت کے ساتھ وابستہ ہے؟ اسی طرح سورۃ النساء میں جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام کیا گیا ہے ان میں سوتیلی بیٹی کی حرمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے ((وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي

16۔ طلوع اسلام، اگست 1962 صفحہ 25

17۔ غامدی، جاوید احمد، تفسیر البیان، سورۃ النساء آیت 129 حاشیہ 206

18۔ سورۃ النساء: 3/4

19۔ سورۃ النساء: 3/4

20۔ سورۃ البقرۃ: 283/2

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دَخَلۡتُم بِهِنَّ))[21] اور تمھاری وہ پرورده لڑکیاں جو تمھاری گودوں میں ہیں تمھاری ان بیویوں سے جن کے ساتھ تم ہم بستر ہو چکے ہو۔ کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ سوتیلی بیٹی کی حرمت صرف اس حالت کے ساتھ وابستہ ہے جب کہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر میں پرورش پائی ہو؟

ان مثالوں سے یہ بات بہ آسانی سمجھ آسکتی ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت جس آیت میں بیان ہوئی ہے اس کے ساتھ حقوقِ یتامیٰ کی حفاظت کا ذکر کرنے کا مقصد اس اجازت کو صرف اسی حالت کے ساتھ وابستہ کر دینا نہیں ہے جب کہ یتامیٰ کا کوئی معاملہ در پیش ہو۔ بلکہ اگر اس موقع و محل کو دیکھا جائے جس میں یہ آیت آئی ہے تو نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ تعدّد ازواج اس آیت کے نزول سے پہلے عرب میں رائج تھا، نبی ﷺ خود متعدّد بیویاں رکھتے تھے، اور بکثرت صحابہ کرام کے گھروں میں ایک سے زائد بیویاں موجود تھیں۔ قرآن میں اس کی کوئی ممانعت نہ آنا بجائے خود اس رواج کے جواز کے لیے کافی دلیل تھا۔ اس لیے یہ آیت دراصل تعدد ازواج کی اجازت دینے کے لیے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ جنگ اُحد کے بعد اس کے نزول کا مقصد مسلمانوں کو یہ راہ نمائی دینا تھا کہ جنگ اُحد کے نتیجے میں بہت سے لوگوں کی شہادت سے یتامیٰ کی پرورش کا جو مسئلہ پیدا ہو گیا ہے اس پر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں' اس مسئلے کو تم لوگ تعدد ازواج کے طریقے سے حل کر سکتے ہو جو پہلے ہی سے تمھارے لیے جائز ہے۔ اس طرح اس آیت نے کوئی نئی اجازت نہیں دی ہے بلکہ پہلے سے جو اجازت عملاً چلی آ رہی تھی اس سے ایک خاص اجتماعی مسئلے کو حل کرنے میں مدد لینے کی تلقین کی ہے۔ البتہ نئی بات اس میں صرف یہ تھی کہ پہلے تعدد ازواج غیر مقید تھا اور اب اس کو زیادہ سے زیادہ چار کی حد کے ساتھ مقید کر دیا گیا۔ اس پس منظر سے جو شخص واقف ہو وہ کبھی اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا کہ اس آیت میں تعدد ازواج کی پہلی مرتبہ اجازت دی گئی تھی اور اس اجازت کو صرف اس حالت کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا تھا جب کہ یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت کے لیے اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے۔

تفسیر سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے، آپؓ واضح کرتی ہیں کہ

> هي اليتيمة في حجر وليها فيرغب في جمالها، ومالها، ويريد ان يتزوجها بادنى من سنة نسائها، فنهوا عن نكاحهن إلا ان يقسطوا لهن في إكمال الصداق، وامروا بنكاح من سواهن من النساء، قالت عائشة: ثم استفتى الناس رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد، فانزل الله عز وجل ويستفتونك في النساء قل الله يفتيكم فيهن [22] ، قالت: فبين الله في هذه ان اليتيمة إذا كانت ذات جمال ومال رغبوا في نكاحها ولم يلحقوها بسنتها بإكمال الصداق، فإذا كانت مرغوبة عنها في قلة المال والجمال تركوها والتمسوا غيرها من النساء، قال: فكما يتركونها حين يرغبون عنها، فليس لهم ان ينكحوها إذا رغبوا فيها إلا ان يقسطوا لها الاوفى من الصداق ويعطوها حقها"[23]۔ا

س سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی زیر پرورش ہو' پھر ولی کے دل میں اس کا حسن اور اس کے مال کی طرف سے رغبت نکاح پیدا ہو جائے مگر اس کم مہر پر جو ویسی لڑکیوں کا ہونا چاہئے تو اس طرح نکاح کرنے سے روکا گیا لیکن یہ کہ ولی ان کے ساتھ پورے مہر کی ادائیگی میں انصاف سے کام لیں)تو نکاح کر سکتے ہیں (اور انہیں لڑکیوں کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ويستفتونك في النساء قل الله يفتيكم فيهن)آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں ہدایت کرتا ہے۔ ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا کہ یتیم لڑکی اگر جمال اور مال والی ہو اور)ان کے ولی (ان سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوں لیکن پورا مہر دینے میں ان کے)خاندان کے (طریقوں کی پابندی نہ کر سکیں تو)وہ ان سے نکاح مت کریں (جبکہ مال اور حسن کی کمی کی وجہ سے ان کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی ہو تو انہیں وہ چھوڑ دیتے اور ان کے سوا کسی دوسری عورت کو تلاش کرتے۔ راوی نے کہا جس طرح ایسے لوگ رغبت نہ ہونے کی صورت میں ان یتیم لڑکیوں کو چھوڑ دیتے' اسی طرح ان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان لڑکیوں کی طرف انہیں رغبت ہو تو ان کے پورے مہر کے معاملے میں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں انصاف سے کام لیے بغیر ان سے نکاح کریں۔

---

[21] ۔ سورۃ النساء: 23/4

[22] ۔ سورۃ النساء: 127/4

[23] ۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، جلد 4، حدیث نمبر : 2763

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسی طرح تفسیر طبری میں ہے کہ:

"فلا تُجاوِزوا فيما تَنْكِحون مِن عددِ النساءِ على أربعٍ، وإن خِفْتم أيضًا مع الأربعِ، ألا تَعْدِلوا في أموالِهم، فاقْتَصِروا على الواحدةِ، أو على ما مَلَكت أيمانُكم." [24]

جن عورتوں سے تم نکاح کرو ان میں چار سے زیادہ نہ ہو، اور اگر تمہیں یہ خوف بھی ہو کہ چار کے ساتھ ان کے مال میں انصاف نہیں ہو گا تو اپنے آپ کو ایک تک محدود رکھو، یا اپنی باندیوں تک۔

صحابہ کرامؓ نے اپنے قول وفعل سے ثابت کر دیا کہ اسلام میں چار شادیوں کی مرد کے لئے اجازت ہے۔ جس میں نہ حالات کی تخصیص ہے اور نہ ہی کوئی اور اضطراری کیفیت کی شرط ہے، بلکہ علی العموم یہ ایک فضیلت والا کام اور حصولِ ثواب واجر کا معاملہ ہے، اس ضمن میں وارد مشہور احادیث یہ ہیں۔

1۔ غیلان بن أمية الثقفي اسلام لائے تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا "ان يتخير منهن أربعا" ان میں سے کسی چار کو منتخب کر لیں۔" [25]

2۔ حارث بن قیسؓ جن کو قیس بن حارث بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں میں نے خود ان کی بابت رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا: (اخترمنهن أربعا) "ان میں سے چار کو چن لو"۔ [26]

☆نوفل بن معاویہ الرملیؓ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میری پانچ بیویاں تھیں تو میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (فارق واحدة وأمسك أربعا) چار کو روکے رکھو اور ایک کو جدا کر دو۔ [27]

تعدد ازواج کا ثبوت دیگر مذاہب میں:

ایک مرد کے لیے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا عرب، ہندوستان، ایران، مصر، بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں۔ مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: "ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے" [28]

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے، اسی طرح دیدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس، تیرہ، ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ [29]

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں۔ [30]

---

24 ۔ طبری، محمد بن جریر، تفسیر جامع البیان، ص:361

25 ۔ ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، کتاب نکاح کے احکام ومسائل، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ، جلد2، حدیث نمبر: 1128

26 ۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، کتاب النکاح، باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، جلد2، حدیث نمبر: 2241

27 ۔ مسند الشافعی، کتاب النکاح، دار الکتب العلمیہ بیروت، کتاب النکاح، الباب الثالث فی الترغیب فی التزوج، 2:16

28 ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی نمبر14، طبع جدید اکتوبر 1999، تحت آیۃ سورہ نساء4

29 ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، تحت آیۃ سورہ نساء4

30 ۔ نفس مصدر

جو مذہب اور قانون عفت و عصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور زناکاری کا انسداد ضروری جانتا ہو اس کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کی اجازت نہ دے۔ اس میں زناکاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بنسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے اس کا بھی علاج ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں ان میں زنا کی کثرت ہے۔ یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے ان کے یہاں تعدد ازواج پر تو پابندی ہے مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے۔ کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

چنانچہ اسلام سے پہلے کثرت ازواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی۔ ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی نہ یہود و نصاری نے نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر تحدید کے جاری رہی لیکن اس غیر محدود کثرت ازواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں۔ پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں ان میں عدل و مساوات کا کہیں نام و نشان نہ تھا جس سے دلبستگی ہوئی تو اس کو نوازا گیا، جس سے رخ پھر گیا اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں کی۔ اس لیے اسلام نے تعدد ازواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل و مساوات کا قانون جاری کیا۔ قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا کثرت ازدواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں ان میں مساوی حقوق کا نہایت موکد حکم اور اس کی خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی۔ چنانچہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کرنا ایسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے۔

نتائج بحث

- عقلیت پسند مفسرین کے نزدیک تعدد ازواج کوئی عمومی یا مثالی نظام نہیں، بلکہ ایک سماجی مسئلے کے حل کے طور پر دی گئی مشروط اجازت ہے۔
- ان کے نزدیک یہ صرف مخصوص حالات میں جائز ہے، جب انصاف ممکن ہو۔
- ان کے نزدیک ایک توجیہ یہ ہے کہ قرآن خود اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انصاف عملاً ممکن نہیں، لہٰذا ایک بیوی کے ساتھ رہنا ہی بہتر ہے۔
- عقلیت پسند مفسرین کے مطابق، تعدد ازواج کو ایک عام اجازت کی بجائے مخصوص حالاتی استثناء سمجھنا چاہیے۔ جدید معاشرتی اصولوں کے مطابق، جہاں عورتوں کے حقوق محفوظ ہیں، اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔
- جمہور مفسرین کے نزدیک تعدد ازواج کا نقطہ نظر نہ صرف قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے بلکہ ایک عقل و فہم پر مبنی تعبیر بھی پیش کرتا ہے، جو اسلامی اصولوں کو جدید دور کی روشنی میں سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔
- روایت پسند مفسرین کے نزدیک واحد شرط جو فی الواقع قرآن نے تعدد ازواج پر عائد کی ہے وہ عدل کا پایا جانا ہے اور قرآن نے اسے کوئی برائی یا عیب نہیں گردانا بلکہ یہ اسلامی معاشرت کا ایک عام اصول ہے۔